بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

مئی جون جولائی

۱۹۹۱

مدیر:
ظفر احمد سرور

اَھۡلًا وَّسَھۡلًا وَّمَرۡحَبًا

قدرت ثانیہ کے چوتھے مظہر
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امریکن بھائیوں کے درمیان

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by **The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008. Ph: (202) 232—3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Athens, OH 45701

Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

قدرتِ ثانیہ دائمی ہے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے **الوصیّت** میں تحریر فرمایا ہے :

"اے عزیزو جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے۔ تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ **دائمی** ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا"

معیار سے کم قربانی پیش کرنا اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا ہے

یہ بڑی خطرناک بات ہے اس سے اللہ تعالیٰ برکتیں چھین لیتا ہے

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے نہ ڈرو کیونکہ یہی آمد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے

شرح کے مطابق چندے نہ دینے والوں کو حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک انتباہ اور بیش قیمت نصائح

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ر جولائی ۱۹۸۲ء کا خلاصہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد مندرجہ ذیل آیت قرآنی تلاوت فرمائی ۔

هَاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ط وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ج وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ○ (محمد : ۳۹)

اس کے بعد حضور نے فرمایا سورۃ محمدؐ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایسے مومنوں سے مخاطب ہے جو پیچھے رہ جاتے ہیں اور ایمان جن کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کو اس طرف بلایا جا رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تم میں سے بعض بخل سے کام لیتے ہیں ۔ تم یہ بات دل سے نکال دو کہ اللہ تمہارے چندوں کا محتاج ہے ۔ وہ تو غنی ہے اور نہ ہی نظام سلسلہ تمہارے چندوں کا محتاج ہے ۔ کیونکہ اللہ کے کام تو بہر حال جاری رہنے والے ہیں ۔ اگر تم پھر گئے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہیں ہوں گے ۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ انبیاء بشیر بھی ہوتے ہیں نذیر بھی ۔ قوموں کی ترقی میں ان دونوں قسم کے محرکات کا دخل ہوتا ہے ۔ ایک طمع دوسرے خوف ۔ تبلیغیں دے دے کر اور ڈرا ڈرا کر آگے بڑھایا جاتا ہے ۔ حضور نے فرمایا ایک پہلا خطبہ میں نے بشیر کے غلام کی حیثیت سے دیا تھا اور دوسرا اب میں نذیر کے غلام کی حیثیت سے دے رہا ہوں ۔ حضور نے فرمایا خلیفۂ وقت کا کام تو اپنے آقا کی کامل متابعت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میرے مطاع ہیں ۔ اور آپؐ ہی کی پیروی کا مجھے پابند کیا گیا ہے ۔

حضور نے فرمایا میں ان خطرات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جو جماعت کے مالی نظام میں شامل ہونے کی وجہ سے ایک طبقے کو درپیش ہیں ۔ حضور نے فرمایا ہماری جماعت کا سارا مالی نظام تقوے پر منحصر ہے ۔ اس لئے میں احباب کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جو مال بھی وہ خدا کی راہ میں پیش کریں وہ خالصتاً تقویٰ پر مبنی ہونا چاہئیے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا کونسا مال طیب اور تقویٰ پر مبنی ہے اور کون سا نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى

یعنی میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور وہ بھی جانتا ہوں جس کو تم خود بھی نہیں جانتے حضور نے فرمایا یہ فیصلہ کرنا کہ آپ کا کون سا مال پاک اور طیب ہے اور کون سا نفس کی ملونی کے باعث گندا ہے' یہ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کرنا ہے نظام سلسلہ نے یہ فیصلہ نہیں کرنا ۔ میں اصولی طور پر آپ کو بعض خطرات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں ۔ آپ خود نگرانی کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور جو مال دیا جائے وہ ہر قسم کی کجی سے پاک ہونا چاہئیے ۔ حضور ایدہ اللہ نے حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک قول دوہرایا کہ

" اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جسے کیڑا بھی لگ سکتا ہے اور زنگ بھی اور جسے چور بھی چرا سکتا ہے ۔ بلکہ آسمان پر مال جمع کرو جسے نہ کیڑا لگتا ہے نہ زنگ اور جسے نہ کوئی چور چرا سکتا ہے ۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا یہ اچھی نصیحت ہے مگر کامل نہیں ۔ کیونکہ کامل شریعت افضل الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نوع انسانی کو ملنی تھی ۔ چنانچہ آپؐ کے ذریعہ جو جامع اور مانع تعریف انفاق فی سبیل اللہ کی اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (آل عمران : ۹۳)

کہ جب تک ایسا مال خدا تعالیٰ کے حضور پیش نہ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو اس وقت تک تم کامل نیکی کو نہیں پا سکتے یعنی اگر تمہارا مال تقویٰ سے خالی ہوگا تو قابل قبول نہیں ہوگا ۔ حضور ایدہ اللہ نے اس آیت قرآنی کی مزید وضاحت کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس پڑھ کر سنایا جسمیں حضرت اقدس نے انذار فرمایا ہے کہ چندہ کے معاملے میں خدا کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا ۔ اگر چندے کے معاملے میں جھوٹ شامل ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور امام وقت سے پیوند نہ حاصل ہو سکے گا جب خلیفۂ وقت نے ایک شرح مقرر کر رکھی ہو تو اس میں بد دیانتی سے کام لینا تو ایک احمقانہ کوشش ہے اس میں تو وہی نقشہ سامنے آتا ہے

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ (البقرۃ : ۱۰)

کہ خدا پر ایمان لانے والوں کو دھوکا دینے کی کوشش، خدا کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا ہے مگر یہ دراصل اپنے ہی نفسوں کو دھوکا دیتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اس کے باوجود ایک خاص تعداد ایسی بھی ہوتی ہے جو اپنے نفس کو دھوکا دیتی ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک شخص کو آپ نے ایک ہزار روپیہ دیا ہو اور وہ اگلے دن کہے کہ آپ نے کل جو مجھے ۔۔۔ روپے دیئے تھے اس میں سے پانچ روپے لے لو ۔ ایسا ہو تو آپ نہیں مانیں گے ۔ ہاں اگر آپ کے کارندے کو وہ ایسا کہے تو شاید وہ دھوکا کھا جائے اور حقیقی بات تو یہ ہے کہ اس وقت مومن بھی دھوکے نہیں کھاتے وہ دینے والے کا رہن سہن طرز زندگی دیکھ کر جان جاتے ہیں ۔ پھر بھی یہ کارکنان سلسلہ جو ان کو منہ سے بتایا جاتا ہے اسے قبول کر لیتے ہیں اور یوں دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ وقت گذر گیا ۔ حضور نے ایسا کرنے والوں کو سخت تنبیہ فرمائی اور بتایا کہ ایسے دھوکہ دینے والوں کی ساری قربانیاں ضائع ہو جاتی ہیں ۔ ان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں طرح طرح کی چٹیاں ان کو پڑ جاتی ہیں ۔ اللہ ہی ہے جو دینے والا ہے وہی واپس لینے کے راستے بھی جانتا ہے ۔ ایسے لوگوں سے برکتیں چھین لی جاتی ہیں ۔ ان کے بچے ان کی آنکھوں کے سامنے

ضائع ہو جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے خوف نہ کھاؤ۔ یہی خرچ تو آمد کا ذریعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جن لوگوں نے بڑی معمولی قربانیاں کیں آج ان کی اولادیں اللہ کے فضل سے حیرت انگیز ترقی کر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا جو بھی فضل نازل ہو اس کے بارے میں یہ سمجھنا بڑی غلطی ہے کہ یہ ہماری ذاتی کوشش سے آیا ہے آسائش کو اپنا حق سمجھنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ دی ہوئی دولت کو دیکھتے ہی دیکھتے واپس بھی لے لیا کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا میرے مخاطب جو لوگ ہیں ان کا تعین کرنا نہ آپ کا حق ہے اور نہ میرا۔ میرا تو یہ فرض ہے کہ میں متنبہ کر دوں اور بتادوں کہ فلاں طرزِ عمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف ہے۔ اس سے آگے نگرانی کرنا آپ کا اپنا کام ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جو مال اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے جماعت کو عطا کیا ہے یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور آج ہم اس کوثر کے وارث ہیں۔ یہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تالاب ہے جس میں کوئی ایک بھی گندہ قطرہ نہیں آئے گا۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ لوگ قربانی کرنے والوں کے گروہ میں شمار نہیں ہونگے

حضور نے فرمایا دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے مالی نظام کو ہر پہلو سے پاک صاف رکھے۔ ہمارے نفس کی طونیوں سے ہمیں بچائے۔ جماعت کا ایک طبقہ اگر اپنی قربانی کو معیار پر لے آئے تو شرح بڑھائے بغیر آج ہی ہمارا چندہ دوگنا ہو سکتا ہے۔

حضور نے فرمایا یہ بات بیان کرتے ہوئے میرے دل میں ایک خوف بھی ہے مگر وہ اچھا خوف ہے کہ جماعت کا ایک طبقہ جو سابقون الاولون میں شمار ہوتا ہے ہر تحریک کے وقت آگے آجاتا ہے اور اس سے سمجھا یہ جاتا ہے کہ ساری جماعت نے قربانی پیش کی۔ اس لیے اب جو میں بات کر رہا ہوں اس میں وہ سارے مخلصین جو شرح کے مطابق اپنا چندہ ادا کرتے ہیں وہ اس وقت میرے مخاطب نہیں اور یہ بات مجھے بار بار کہنا پڑ رہی ہے کہ ایسے مخلصین میرے مخاطب نہیں۔

حضور نے فرمایا ہماری جماعت کے دو طبقے ہیں ایک وہ جن کے مالوں میں ان کے بزرگوں کی قربانیوں کی وجہ سے برکت پڑی اور دوسرا وہ طبقہ جن کے افراد کو ملک سے باہر جانے کی توفیق ملی۔ اور ان کی آمدنیوں میں اتنا زیادہ اضافہ ہو گیا کہ ملک میں جو وہ کماتے تھے اس سے کوئی نسبت ہی نہیں رہی اور وہ بعض اوقات چندہ اس طرح دیتے ہیں کہ جیسے صدقہ و خیرات دی جاتی ہے حضور نے فرمایا یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ اللہ کی راہ میں صاف اور سیدھا ہونا ضروری ہے۔ اس ضمن میں اپنے نفس پر کوئی رحم نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنے نفس پر اتنا ظلم کرو کہ اسے باغی نہ ہونے دو۔ یہ بڑے خوف کا مقام ہے اللہ تعالیٰ جماعت کو ایسے خطرات سے محفوظ رکھے۔ حضور ایدہ اللہ نے اس بات کی وضاحت کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات بھی پڑھ کر سنائے اور آخر میں فرمایا کہ اللہ ہم کو یہ توفیق دے کہ اس کی نظر میں ہم اس جماعت میں شامل ہوں جو حضرت مسیح موعود بنانا چاہتے تھے۔

چندہ
جلسہ سالانہ
لازمی
چندہ
ہے
براہ کرم اسکی ادائیگی
کی طرف توجہ فرمائیں

خلافتِ رابعہ کے قیام کی پیشگوئی

حضرت مصلح موعود کا ایک اہم ارشاد:

"......جب یہ اس کا قائم کردہ سلسلہ ہے تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میری موت کا وقت آجائے اور دنیا یہ کہے کہ مجھے اپنے کام میں کامیابی نہیں ہوئی۔ میری وفات خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اس دن ہو گی جس دن میں خدا تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کے ساتھ اپنے کام کو ختم کر لوں گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئیاں پوری ہو جائیں گی جن میں میرے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کے غلبہ کی خبر دی گئی ہے اور وہ شخص بالکل عدم علم اور جہالت کا شکار ہے جو ڈرتا ہے کہ میرے مرنے سے کیا ہو گا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو جاتا ہوں لیکن خدا تعالیٰ تمہارے لئے قدرتِ ثانیہ بھیج دے گا مگر ہمارے خدا کے پاس قدرتِ ثانیہ ہی نہیں اس کے پاس قدرتِ ثالثہ بھی ہے اور اس کے پاس قدرتِ رابعہ بھی ہے قدرتِ اولیٰ کے بعد قدرتِ ثانیہ ظاہر ہوئی۔ اور جب تک خدا اس سلسلہ کو ساری دنیا میں پھیلا نہیں دیتا اس وقت تک قدرتِ ثانیہ کے بعد قدرتِ ثالثہ آئے گی اور قدرتِ ثالثہ کے بعد قدرتِ رابعہ آئیگی اور قدرتِ رابعہ کے بعد قدرتِ خامسہ آئے گی اور قدرتِ خامسہ کے بعد قدرتِ سادسہ آئے گی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ لوگوں کو معجزہ دکھاتا چلا جائے گا۔ اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اور زبردست سے زبردست بادشاہ بھی اس سکیم اور مقصد کے راستہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا جس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی اینٹ بنایا۔ اور مجھے اس نے دوسری اینٹ بنایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ دین جب خطرہ میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لئے اہلِ فارس میں سے کچھ افراد کھڑا کریگا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان میں سے ایک فرد تھے اور ایک فرد میں ہوں لیکن رجالٌ کے ماتحت ممکن ہے کہ اہلِ فارس میں سے کچھ اور لوگ بھی ایسے ہوں جو دین اسلام کی عظمت قائم رکھنے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑے ہوں۔"

(الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۶)

الفضل

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور ایسا ہی دوسرے نبیوں نے بھی کہا ہے یہ سچ ہے کہ دولتمند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا مال اس کے لیے بہت سی روکوں کا موجب ہو جاتا ہے اس لیے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اسے دین کی اشاعت اور خدمت کیلئے وقف کرو۔" (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۲۹۰)

جلسہ سالانہ
برطانیہ
انشاء اللہ تعالیٰ
۲۶، ۲۷ اور ۲۸ جولائی کو
اسلام آباد
تلفرڈ سرے
میں منعقد ہوگا۔

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

ہمارے آنے کی غرض پوری نہیں ہو سکتی جبتک لوگ بار بار یہاں نہ آئیں

مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہو سکتا جبتک صاحبِ ایمان کی صحبت میں نہ رہے

دسمبر ۱۸۹۹ء کے جلسہ سالانہ پر بہت کم لوگ آئے اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بہت اظہار افسوس کیا اور فرمایا:۔

"ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ بن جائیں۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لیے ہمیں خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے وہ پوری نہیں ہو سکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں اور آنے سے ذرا بھی نہ اکتائیں۔"

اور فرمایا:۔

"جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھیرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا۔ اسے ڈرنا چاہیئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے۔ ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دور پھینکنا چاہیئے......" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۵۵)

"اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی مُردوں کے پاس جانے کی ہدایت نہیں فرمائی۔ بلکہ کُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کا حکم دیکر زندوں کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کرکے ہمدردی اور خیر خواہی سے کہتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جب تک انسان صاحبِ ایمان کی صحبت میں نہ رہے اور یہ اس لیے کہ چونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں ہر قسم کی طبیعت کے موافقِ حال تقریر ناصح کے منہ سے نہیں نکلا کرتی۔ کوئی وقت ایسا آجاتا ہے کہ اس کی سمجھ اور فہم کے مطابق اس کے مذاق پر گفتگو ہو جاتی ہے جس سے اس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے اور اگر آدمی بار بار نہ آئے اور زیادہ دنوں تک نہ رہے تو ممکن ہے کہ ایک وقت ایسی تقریر ہو جو اس کے مذاق کے موافق نہیں ہے اور اس سے اس کی بد دلی پیدا ہو اور وہ حسنِ ظن کی راہ سے دُور جا پڑے اور ہلاک ہو جاوے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۳)

خلافتِ حقّہ کے متعلق خلفائے احمدیت کے

بابرکت ارشادات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے"

(بدر ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء)

"خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے میں جب مروں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا۔ اور خدا اسے آپ کھڑا کرے گا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ معزول کرے اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو مرتدوں کی طرح تم کو سزا دیں گے"

(تقریر لاہور بدر ۱۲ ۱۹ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"خلیفہ تو مجدد سے بڑا ہوتا ہے اور اس کا کام ہی احکام شریعت کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ پھر اس کی موجودگی میں مجدد کس طرح آ سکتا ہے مجدد تو اس وقت آیا کرتا ہے جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔"

(الفضل ۸ر اپریل ۱۹۴۷ء)

"انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں ممد ہوتے ہیں جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر چڑھ نہیں سکتا تو سونٹے اور کھڈ سٹک کا سہارا لے کر چڑھتا ہے اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔"

(الفضل ۱۱ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

"وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے۔"

(الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۴۶ء)

"اللہ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔"

(منصب خلافت صـ۳۲)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

"دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں احمدیت کا اور خلافت کا مقام سمجھنے کی توفیق دے اگر خلیفہ وقت انتہائی پیار کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ شوخیاں کرنے لگو مجھ میں جتنی طاقت پیار کرنے کی ہے اتنی ہی طاقت اصلاحی سختی کرنے کی بھی ہے اس لئے کہ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور ہر احمدی کو ایسا ہی ہونا چاہیئے اور یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم کہاں تھے اور وہ ہمیں اٹھا کر کہاں سے کہاں لے گیا۔"

(بدر یکم اپریل ۱۹۸۶ء)

"جس شخص کو بھی اللہ تعالےٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا اس کے دل میں آپ کے لئے بے انتہا محبت پیدا کر دے گا اور اسے یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لئے اتنی دعائیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لئے اتنی دعائیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہ بھی توفیق دے گا کہ آپکی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور بشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے آپ کا نوکر نہیں۔"

(الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۶۶ء)

●

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"میں جماعت احمدیہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسی لغو دلچسپیوں سے باز رہیں کسی کے کہنے سے کسی خلیفہ کے مقام میں اس کے منصب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا جو فرق پڑے گا اور پڑتا ہے وہ صرف اللہ کی نظر میں ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کس نے اپنی استعداد کے مطابق پورا استفادہ کیا کہ نہیں بعض دفعہ استعدادوں کے مختلف ہونے کے نتیجے میں مختلف طرز عمل رونما ہوتے ہیں اور اس کے باوجود بظاہر ایک کم نتیجے کو ایک بظاہر زیادہ نتیجے پر فوقیت دے دی جاتی ہے .... بندے کا کام یہ ہے کہ استغفار سے کام لے دعائیں کرے اور دعاؤں کے ذریعے من حیث الجماعت ساری جماعت من حیث الجماعت اپنے وقت کے خلیفہ کی کمزوریوں سے پردہ پوشی کی دعا کرے"

"خلافت احمدیہ کی طاقت کا راز دو باتوں میں نظر آتا ہے ایک خلیفۂ وقت کے اپنے تقویٰ میں اور ایک جماعت احمدیہ کے مجموعی تقویٰ میں جماعت کا جتنا تقویٰ من حیث الجماعت بڑھے گا احمدیت میں اتنی ہی زیادہ عظمت اور قوت پیدا ہوگی خلیفۂ وقت کا ذاتی تقویٰ جتنا ترقی کرے گا اتنی ہی اچھی قیادت اور سیادت جماعت کو نصیب ہوگی یہ دونوں چیزیں بیک وقت ایک ہی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ترقی کرتی ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ جون ۱۹۸۲ء)

قدرتِ ثانیہ کے تاقیامت بقا کی بشارت

سورۃ نور کی آیت استخلاف کا منظوم ترجمہ و تشریح

یہ سورۃ نور میں وعدہ ہے سب ایمان والوں سے
خدا والوں رسولِ پاکؐ اور قرآن والوں سے
عمل جن کے بھی صالح ہوں گے وہ انعام پائیں گے
خدائے دو جہاں سے دولتِ الہام پائیں گے
عطا ہوگی اُنہیں ہر دور میں نعمت امامت کی
بڑھے گی جس سے عز و شان محمدؐ کی رسالت کی
وہ اُمت کے لئے یکسر حصارِ عافیت ہوگی
اسی سے سب کی وابستہ صلاح و مشورت ہوگی
خُدا کو اپنے بندوں کے لئے جو دین پسند آیا
جسے اُس نے شہِ ابرارؐ پر نازل تھا فرمایا
اِسی نعمت کے ذریعہ اس کو ہوگی تمکنت حاصل
جہاں میں عز و استحکام و قدر و منزلت حاصل
امامِ وقت جب بھی منتخب ہوگا مشیت سے
بدل جائیں گے سب خوف و خطر امن و سکینت سے
عبادت ہو سکے تا حق کی اطمینان سے ہر دم
شریک اُس کا نہ ٹھہرائیں کبھی ہرگز کسی کو ہم
بحمد اللہ ملی ہے پھر یہ نعمت اہلِ ایماں کو
امامِ وقت کے اس دور کے اصحابِ ذیشاں کو
اِک ارشادِ وعیدی بھی ہے اس وعدہ کے آخر میں
یہ لازم ہے کہ مومن اس کو بھی پیشِ نظر رکھیں
جو یہ سمجھے جماعت کی ضرورت ہی نہیں اُس کو
اِمامت کی، قیادت کی ضرورت ہی نہیں اُس کو
وہ ہر اک اجتماعی کام سے محروم رہتا ہے
جہاد و خدمتِ اسلام سے محروم رہتا ہے
جو سچ پوچھو تو وہ شیرازۂ امت کا دشمن ہے
نظامِ مرکزی کی حکمت و عظمت کا دشمن ہے
رضائے خاص رب العالمیں وہ پا نہیں سکتا
وہ اُس کے سایۂ رحمت کے نیچے آ نہیں سکتا
غرض اُس کی مثال اُس بھیڑ کی مانند ہوتی ہے
جو ظالم گرگ کے ہاتھ آ کے اپنا آپ کھوتی ہے
الٰہی رکھ ہمیں پیوستہ ہر لمحہ اطاعت سے
نہ اِک لحظہ بھی گزرے عمر کا باہر جماعت سے

— محمد صدیق صاحب امرتسری —

"چہ خوش بُودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بُودے"

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولوی نورالدین بھیروی کی سیرتِ حسنہ کے چند پہلو

(محترم عبدالسلام صاحب طاہر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

صدّیقی صفات سے متصف ہو کر امام الزّمان کے دَر پر دھونی رما کر بیٹھ جانے کے لحاظ سے حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ایک قابلِ تقلید نمونہ تھے۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"دل میں ازبس آرزو ہے کہ اَور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا نمونہ ہیں"۔

پھر اس آرزو کو اپنے اِس شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں ؎

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بُودے

یعنی کیا ہی خوب ہو اگر میری جماعت کا ہر فرد نوردین بن جائے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ ہر دل نوردین کے دل کی طرح نورِ یقین سے بھر جائے۔

دُعا کا ثمر

حضرت مولوی نورالدین صاحب کی ذاتِ گرامی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی دعا کا ثمر اور نشاناتِ الٰہیہ میں سے ایک نشان تھی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں :-

"جب سے مَیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کیا گیا ہوں مجھے دین کے لئے چیدہ چیدہ مددگاروں کا شوق رہا ہے اور یہ شوق پیاس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ مَیں خدا تعالیٰ کے حضور آہ و زاری کیا کرتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ الٰہی میرا ناصر و مددگار کون ہے۔ مَیں تنہا اور بے حقیقت ہوں۔ پس جب دعا کا ہاتھ مسلسل اُٹھا اور آسمانی فضا میری دعاؤں سے معمور ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دعا قبول کر لی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدّیق دیا جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین دین کا خلاصہ ہے۔ اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے ..... مجھے اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ جسم کا ٹکڑا مل گیا ہے ..... جب وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے ملاقات کی اور میری نگاہ ان پر پڑی تو مَیں نے دیکھا کہ آپ میرے رب کے نشانوں میں ایک نشان ہیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری اُسی دعا کا نتیجہ ہیں جو مَیں ہمیشہ کیا کرتا تھا اور میری فراست نے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے"۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

دعاؤں کا توارد

یہ بہت ہی دلچسپ اور ایمان افروز توارد ہے کہ ایک طرف حضرت مسیح موعود دعائیں کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی خاص الخاص مرید کامل معاون و مددگار کے طور پر عطا فرمائے اور دوسری طرف حضرت مولوی نورالدین صاحب بڑے اضطراب اور تڑپ کے ساتھ دعائیں مانگ رہے تھے کہ

"مجھے اللہ تعالیٰ ایسا شخص دکھائے جو دینِ حق کی تجدید کرے اور معاندین و شیاطین پر سنگباری کرے مَیں اس خواہش کے پورا ہونے کا دلی خواہشمند تھا..... مجھے ایسے کامل مرد دیکھنے کا انتہائی شوق تھا جو یگانۂ روزگار ہو اور میدان میں تائیدِ دین اور مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونے والا ہو"۔ (حیاتِ نور صلا)

چنانچہ آپ کی دعا رنگ لائی اور ۱۸۸۴ء میں آپ کی نظر ایک ایسے اشتہار پر پڑی جس میں تمام مذاہب کو دینِ حق کے مقابل پر نشان نمائی کے لئے چیلنج کیا گیا تھا۔ آپ نے تحریر کی خوشبو سے ہی گلفام کی رعنائیوں کو بھانپ لیا اور عازمِ سفر ہوئے۔ جب قادیان پہنچے تو پہلی نظر میں ہی گوہرِ مقصود کو پا لیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

"مَیں نے دیکھتے ہی دل میں کہا کہ یہی مرزا ہے اور اس پر مَیں سارا ہی قربان ہو جاؤں"۔

اِس پہلی ملاقات کے بعد تو آپ کو حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے والہانہ عقیدت ہو گئی۔ آپ واپس کشمیر تشریف لے گئے اور جاتے ہی اپنے آقا کی خدمت میں ایک ایسا خط تحریر فرمایا جس کا ایک ایک جملہ عقیدت، مودّت اور فدائیت کے جذبات سے لبریز ہے۔ بطور نمونہ چند فقرات ملاحظہ ہوں :-

"میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امامِ زماں سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا ہے وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو مَیں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دن رات خدمتِ عالی میں پڑا رہوں۔ اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دے دوں مَیں آپ کی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے"۔

(مرقاۃ الیقین)

اللہ کا پیارا بندہ

حقیقت یہ ہے کہ آپ خدا کے ہو چکے تھے اور خدا آپ کا۔ آپ کو خدا پیارا تھا اور خدا کو آپ پیارے تھے۔ آپ خدا سے خوش تھے اور خدا آپ سے خوش تھا۔ اس کا اندازہ اِس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بیتِ اقصیٰ قادیان میں رفقائے مسیح موعود نماز کے لئے جمع تھے۔ حضرت صاحبزادہ

عبداللطیف صاحب کسی وجہ سے اپنی جگہ سے اُٹھ کر ذرا باہر گئے اتنے میں حضرت مولوی نورالدین صاحب تشریف لے آئے خالی جگہ پاکر اس جگہ پر بیٹھ گئے۔ صاحبزادہ صاحب جب واپس آئے تو کچھ غصہ کے انداز میں کہا کہ مولوی صاحب آپ کو معلوم نہیں کہ دوسرے کی جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیئے! حضرت مولوی صاحب اس جگہ سے اُٹھنے ہی والے تھے کہ فوراً صاحبزادہ صاحب نے کہا نہیں نہیں آپ بیٹھے رہیں ابھی ابھی مجھے الہام ہوا ہے کہ "اللہ کے پیارے بندوں سے نہیں جھگڑتے"۔

اسی طرح قادیان میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب نے اپنے قیام کے دوران حضرت مولوی صاحب سے حدیث پڑھنا شروع کر دی۔ ایک دن کسی دوست نے آپ سے کہا کہ آپ تو خود حدیث کے بہت بڑے عالم ہیں آپ کیوں مولوی صاحب سے حدیث پڑھتے ہیں؟ حضرت صاحبزادہ صاحب نے جواباً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے بعد مولوی صاحب آپ کے پہلے خلیفہ ہوں گے اس لئے میں تبرک کے طور پر آپ سے حدیث پڑھتا ہوں۔

عارفانہ دعاءِ مقبول

حضرت مولوی صاحب ابھی عالمِ شباب میں ہی تھے کہ فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ نے جو پہلی دعا کی اُسے آپ کے الفاظ میں ہی پڑھیئے آپ فرماتے ہیں:-

"مَیں نے کسی روایت کے ذریعہ یہ سُنا ہوا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اس وقت کوئی ایک دعا مانگ لو وہ ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے.... مَیں نے یہ دعا مانگی کہ الٰہی مَیں تو ہر وقت محتاج ہوں اب مَیں کون کون سی دعا مانگوں پس مَیں یہی دعا مانگتا ہوں کہ مَیں جب بھی ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تُو اس کو قبول کر لیا کر۔ میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہی ہو گئی۔ بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی"۔

(مرقاۃ الیقین)

اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت اور ذاتی محبت کا سب سے اہم اور بنیادی ذریعہ مقبول دعائیں ہوتی ہیں۔ جوں جوں دعائیں قبول ہوتی جاتی ہیں توں توں انسان کا قدم معرفت اور محبت کے میدان میں آگے ہی آگے اُٹھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا ایمان حق الیقین کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس کا نفس نفسِ مطمئنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اللہ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہو جاتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی اللہ تعالیٰ کی طرف روحانی پرواز آپ کی بکثرت مقبول دعاؤں کا نتیجہ تھی اور آپ نے مستجاب الدعوات کا مقام بھی دعا ہی کے ذریعہ حاصل کیا تھا اسی لئے آپ کی پوری زندگی قبولیتِ دعا کے نشانوں سے ایسے مزین ہے جیسے آسمان ستاروں سے۔

مقامِ توکل

آپ کی سیرت کا ایک بہت ہی نمایاں اور ممتاز پہلو آپ کا اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور کامل توکل ہے۔ اِس پہلو سے آپ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو ایک بڑا ہی حسین و جمیل، رُوح پرور اور دلکش منظر دکھائی دیتا ہے اور آپ ہر بات میں اللہ تعالیٰ پر متوکل نظر آتے ہیں اور اُدھر اللہ تعالیٰ ہر بات میں آپ کا متولّی و متکفّل دکھائی دیتا ہے اور ہر وقت آپ کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرتا ہوا جلوہ گر ہوتا ہے اور آپ کے ساتھ یہ ایک وعدۂ الٰہی تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ مَیں اگر جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا اور مَیں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا"۔

اور واقعتہً ایسا ہی ہوا ہے۔ آپ کی پوری زندگی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں، برکتوں اور رحمتوں کا سایہ آپ پر نظر آتا ہے۔

حضرت مولوی صاحب ریاست جموں و کشمیر میں مہاراجہ کے ہاں بطور شاہی طبیب کے رہ رہے تھے۔ آپکو معقول تنخواہ بھی ملتی تھی اور سال میں کئی بار انعامات سے بھی نوازا جاتا تھا۔ آپ یہ ساری کی ساری آمد طلباء، غرباء، یتامیٰ، مساکین اور بیوگان میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ جموں میں حاکم نامی ایک ہندو تھا وہ آپ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا وہ آپ کی اس فیاضی کو دیکھ کر آپ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ "مولوی صاحب آپ ہر ماہ کم از کم ایک سَو روپیہ ضرور پس انداز کر لیا کریں سدا حالات ایک جیسے نہیں رہتے بعض دفعہ اچانک مشکل آن پڑتی ہے"۔ آپ اس ہندو کو ہمیشہ یہی جواب دیا کرتے تھے کہ ایسے خیالات لانا اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے ہم پر انشاء اللہ کبھی مشکلات نہیں آئیں گی۔ پھر جب آپ کو مہاراجہ کی طرف سے ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس ملا تو وہ ہندو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب شاید آج آپ کو میری نصیحت یاد آ رہی ہوگی۔ آپ نے فرمایا "تمہاری نصیحت کو مَیں جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں"۔ اسی اثناء میں خزانہ کا ایک آدمی آتا ہے اور چار سو اسّی روپے آپ کے آگے رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ "یہ آپ کی تنخواہ ان دنوں کی ہے جو اس مہینہ سے گذر چکے ہیں"۔ اُس ہندو نے افسران کو گالی دے کر کہا "کیا نور دین تم پر نالش تھوڑی کرنے لگا تھا"۔ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک رانی کی طرف سے ایک خطیر رقم بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں پہنچ گئی۔ یہ دیکھ کر ہندو کا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور کہنے لگا جس شخص کا آپ نے ایک لاکھ پچانوے ہزار روپیہ قرضہ دینا ہے وہ تو اپنا قرضہ وصول کئے بغیر آپ کو نہیں جانے دے گا۔ اس نے ابھی یہ بات ختم ہی کی تھی کہ جس سیٹھ کا آپ نے قرضہ دینا تھا اس کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مولوی صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میرے مالک نے کہا ہے کہ مولوی صاحب کو تو جانا ہے ان کے پاس روپیہ نہ ہوگا تم ان کا سب سامان گھر جانے کا کر دو اور جس قدر ان کو روپیہ کی ضرورت ہو دے دو"۔ آپ نے فرمایا "مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں ہے خزانہ سے بھی روپیہ آ گیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے میرے پاس روپیہ کافی سے زیادہ ہے"۔ اب تو ہندو پر عجیب گزری۔ وہ غصہ سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "پرمیشر (خدا) کے یہاں بھی کچھ لحاظ داری ہوتی ہے۔ ہم لوگ صبح سے شام تک کیسے کیسے دکھ اُٹھاتے ہیں تب جا کر کہیں بڑی دقت سے روپیہ کا مُنہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ بھلا اَور تو ہوا اِس احمق کو دیکھو اپنے روپیہ کا مطالبہ تو کیا اَور دینے کو تیار ہو گیا"۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے ہم اس کا روپیہ جلد ادا کر دیں گے تم ان بھیدوں کو سمجھ نہیں سکتے"۔

کشمیر سے ملازمت سے فارغ ہو کر آپ جلد ہی قادیان میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ آپ پر ایک لاکھ پچانوے ہزار روپے قرض تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد جموں و کشمیر کے مہاراجہ کو شدت سے یہ احساس ہوا کہ مولوی صاحب کو ملازمت سے علیحدہ کرنے میں آپ سے زیادتی اور ناانصافی ہوئی ہے۔ اس کے ازالہ کے لئے مہاراجہ نے ایک سکیم سوچی کہ اِس مرتبہ جنگلات کا ٹھیکہ صرف اس شخص کو دیا جائے گا جو منافع کا نصف مولوی صاحب کو ادا کرے۔ اِس شرط پر جس شخص نے ٹھیکہ لیا ایک سال بعد اس نے منافع کا حساب کیا تو کُل منافع جو بچا وہ تین لاکھ نوّے ہزار روپے بنا جس کا نصف ایک لاکھ پچانوے ہزار روپے تھا۔ شرط کے مطابق ٹھیکیدار یہ رقم لے کر خود حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا اور رقم آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا تم یہ رقم واپس لے جاؤ اور کشمیر میں فلاں سیٹھ کو جا کر دے دو اس کا ہم نے قرض دینا تھا۔

عشقِ قرآن

آپ کی سیرت کا ایک اَور پہلو قرآن کریم کے ساتھ بے نظیر عشق اور محبت ہے۔ آپ قرآن کریم کے عاشقِ صادق تھے۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنا، آیاتِ قرآنیہ پر گھنٹوں غور و فکر کرتے رہنا اور جہاں بھی ہوں درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھنا یہ آپ کے روزمرہ کے چیدہ و پسندیدہ اور محبوب و مرغوب مشاغل تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"قرآن کریم میری غذا، میری تسلّی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور مَیں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔ بچپن سے میری طبیعت خدا نے قرآن شریف پر تدبر کرنے والی بنائی ہے اور مَیں ہمیشہ دیر دیر تک قرآن شریف کے عجائبات اور بلند پروازیوں پر غور کیا کرتا ہوں"۔

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۵۹۶)

چنانچہ عشقِ قرآن کا اظہار اِس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کو مسلسل ایک ماہ سفر کرنا پڑا آپ نے اس ایک ماہ کے سفر کے دوران چودہ پارے حفظ کر لئے۔ قرآن کریم سے عقیدت و محبت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دفعہ درسِ قرآن دینے کے لئے بیت اقصیٰ کی طرف جا رہے تھے راستے میں کسی نے آپ کو

بتایا کہ مولوی غلام محمد صاحب نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ فرطِ مسرت میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے وہیں سجدہ میں گر گئے۔

گھر نور سے بھر گیا

حضرت مولوی صاحب روزانہ شام کو اپنے فرزند مولوی عبدالحی صاحب جو ابھی نوعمر بچے تھے کو درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ نواب عبدالرحیم خان صاحب اور نواب عبداللہ خان صاحب بھی ان دنوں نوعمر بچے ہی تھے ان دونوں بھائیوں نے بھی اس درس میں آنا شروع کر دیا۔ پہلے دن جب دونوں بھائی درس سننے مولوی صاحب کے گھر آئے تو مولوی صاحب بے حد خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ میرا گھر نور سے بھر گیا ہے۔ یہاں تم دونوں کے آنے سے مجھے بے حد خوشی ہے اور خوشی میں اسی وقت بتاشے منگوا کر تقسیم کئے۔

آپ کے دل میں قرآن کریم کی غیر معمولی عظمت پائی جاتی تھی۔ آپ نہ صرف خود قرآن کریم سے فیضیاب ہوتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی درسوں کے ذریعہ مستفیض فرماتے تھے اور اس مقصد کے لئے بڑی سعی سے اہتمام فرماتے تھے۔ جب آپ جموں میں تھے وہاں بھی درسوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے جموں میں بہت درس دئے ہیں۔ اپنی جیب سے بہت سے روپے بھی اس کام کے لئے خرچ کرتا تھا۔ پھر مجھ کو خدا تعالیٰ نے سمجھایا کہ ہم تیرے لئے دوسری صورت پیدا کر دیں گے اب میں (قادیان میں) کچھ زیادہ روپیہ بھی خرچ نہیں کرتا۔ اخلاص ایسی چیز ہے کہ یا تو میں ہزاروں روپے خرچ کر کے بعض نوجوانوں کو بنانا چاہتا تھا یا اب میں ایسے نوجوانوں کو جانتا ہوں جو مجھ پر جان دینے کو تیار ہیں اور میرے بالکل جانگداز عاشق ہیں۔"

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۲۵)

آپ کا درس بڑا پُر معارف اور پُر اثر ہوتا تھا۔ حاجی غلام احمد صاحب اور بشارت علی صاحب پوسٹماسٹر بیعت سے قبل بغرض تحقیق قادیان تشریف لے گئے۔ عصر کا وقت تھا سیدھے بیت اقصیٰ میں چلے گئے وہاں حضرت مولوی صاحب قرآن کریم کا درس دے رہے تھے یہ دونوں احباب درس میں شریک ہو گئے آپ کے درس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ سمجھے کہ شاید آپ ہی مسیح موعود ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ آپ مولوی نورالدین ہیں اور مسیح موعود دوسرے ہیں۔ یہ سنکر حاجی غلام احمد صاحب فرمانے لگے "یہ تو اور بھی خوشی کی بات ہے جس دربار کے مولوی ایسے باکمال ہیں وہ خود کیسے بے نظیر ہوں گے۔"

زلفِ محبوب

حضرت مولوی صاحب قرآن کریم سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زلفِ محبوب نظر آتے ہیں اور میرے منہ سے قرآن کریم کا ایک سمندر رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کریم کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض دفعہ تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں۔" (بدر ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

آپ نے یہ عشقِ قرآن کی لذت اپنے آقا سے پائی تھی یہی وجہ ہے کہ دل میں ہر دم ایک ہی تمنا ہے کہ دنیا و آخرت میں قرآن کریم ہی مطلوب و مقصود ہو۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سناؤں۔"

(تاریخ احمدیت جلد چہارم)

چنانچہ آپ کے سینہ میں عشقِ قرآن کا جو چراغ روشن تھا آپ بے حد متمنی تھے کہ کسی نہ کسی طرح یہ چراغ ہر سینہ میں روشن ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے آپ درسِ قرآن بڑی ہی محبت، لگن اور باقاعدگی سے دیتے تھے یہاں تک کہ جب آپ مرض الموت میں مبتلا تھے اور کمزور و نحیف ہو چکے تھے تب روزانہ دو آدمیوں کا سہارا لے کر درس دینے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جب سہارا لے کر چلنے کی بھی سکت نہ رہی تو ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ اب آپ درس دینا بند کر دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

"قرآن کریم میری روح کی غذا ہے اس کے بغیر میرا زندہ رہنا محال ہے لہٰذا درس میں کسی حالت میں بھی بند نہیں کر سکتا..... بول تو میں سکتا ہوں خدا کے آگے کیا جواب دوں گا۔ درس کا انتظام کرو کہ میں قرآن مجید سنا دوں۔" (حیاتِ نور)

آخری نصیحت و وصیت

وفات سے قبل اپنے بیٹے عبدالحی کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:۔

"تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنا، پڑھانا اور عمل کرنا۔ میں نے بہت کچھ دیکھا پر قرآن جیسی چیز نہ دیکھی۔ بے شک یہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔"

اور وفات سے چند روز قبل جماعت کے نام جو وصیت تحریر فرمائی اس وصیت کے آخری الفاظ یہ مرقوم فرمائے:۔

"قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔" (حیاتِ نور)

آقا کی نگاہ میں

آپ کی قرآن کریم سے دل لگی، قرآن دانی، قرآن فہمی اور تفسیر بیانی کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نگاہ میں خاص مقام حاصل تھا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"جس طرح ان کے دل میں قرآن کریم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ایسی محبت میں کسی اور کے دل میں نہیں دیکھتا۔ آپ قرآن کے عاشق ہیں اور آپ کے چہرہ پر آیاتِ مبین کی محبت ٹپکتی ہے۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں پس آپ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتے ہیں جو نہایت بعید و پوشیدہ ہوتے ہیں۔ آپ کی اکثر خوبیوں پر مجھے رشک آتا ہے..... آپ کی فطرت کے لئے خدا تعالیٰ کے کلام سے پوری پوری مناسبت ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جوان کے لئے رکھے گئے ہیں..... جب کبھی آپ کتاب اللہ کی تاویل و تفسیر کی طرف توجہ کرتے ہیں تو اسرار کے قلعے کھول دیتے، لطائف کے چشمے بہا دیتے، عجیب و غریب پوشیدہ معارف ظاہر کرتے، دقائق کے ذرات کی تدقیق کرتے اور حقائق کی انتہا تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتے ہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب ہی اس شعر کے مصداق ہیں کہ ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ عاشقانہ و فدائیانہ تعلق

حضرت مولوی صاحب کی سیرتِ طیبہ کا ایک خصوصی اور امتیازی پہلو یہ ہے کہ آپ حضرت مسیح زماں کی عقیدت، محبت، فدائیت اور اطاعت میں عدیم المثال مقام کے حامل تھے۔ حضرت مسیح موعود کے ایک اشارہ پر اپنا وطن بھیرہ اور اپنا کاروبار اور اپنی تمام املاک اور جائیداد چھوڑ چھاڑ کر قادیان میں درِ محبوب پر دھونی رما کر بیٹھ گئے اور پھر ہمیشہ ہمیش کے لئے قادیان ہی کے ہو رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص ہزار روپیہ روزانہ بھی مجھے دے تو پھر بھی میں حضرت صاحب کی صحبت چھوڑ کر قادیان سے باہر جانے کے لئے تیار نہیں۔ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ قبل از بیعت آپ کشمیر میں مہاراجہ کے ہاں شاہی طبیب تھے۔ جب مہاراجہ نے آپ کو فارغ کر دیا تو آپ قادیان میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے تھے کچھ ہی عرصہ بعد مہاراجہ کو احساس ہوا کہ انہوں نے آپ کو نوکری سے ہٹا کر غلطی کی ہے تو مہاراجہ نے

آپ کو دوبارہ لانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن آپ کا یہی جواب ہوتا تھا کہ

"اب میں ایسی جگہ پہنچ چکا ہوں کہ اگر مجھے ساری دُنیا کی حکومت بھی مل جائے تو بھی میں اِس جگہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔" (حیاتِ نور)

اطاعتِ امام

اطاعت کا یہ عالم تھا کہ آقا کے ہر حکم، ہر ہدایت بلکہ ہر اشارہ پر لبیک کہنا اور عمل کرنا جزوِ ایمان یقین کرتے تھے۔ بہت سی روایات اور واقعات سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جس جگہ بھی اور جس وقت بھی اور جس حالت میں بھی آپ کو حضرت مسیح موعود کا کوئی پیغام ملا ہے تو آپ سب کچھ چھوڑ کر بغیر ایک لمحہ کے توقف کے تعمیلِ ارشاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ جوتا بھی چلتے چلتے پہنتے اور پگڑی بھی چلتے چلتے باندھتے یہاں تک کہ اگر خطبہ کے دَوران میں پیغام ملا ہے تو خطبہ چھوڑ کر حاضرِ خدمت ہوگئے۔ آپ کی ایسی ہی بے مثل و بے نظیر اطاعت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں ا۔

"میرے ہر ایک امر میں میری اِس طرح پَیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پَیروی کرتی ہے۔"

اسی طرح ایک موقعہ پر فرماتے ہیں:۔

"اگر میں نورالدین کو حکم دوں کہ تُو پانی میں کُود جا تو کُود جانے کو تیار رہے اور اگر میں اس کو کہوں کہ آگ میں داخل ہو جا تو وہ میرے حکم سے آگ میں جانے کے لئے تیار ہے۔"

(رفقاءِ احمد جلد دوم)

جو پایا آقا سے پایا

حضرت مولوی صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے جو کچھ پایا ہے اور جو کچھ سیکھا ہے اپنے پیارے مطاع و امام سے سیکھا اور پایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

"لوگ اکسیر اور سنگِ پارس تلاش کرتے پھرتے تھے میرے لئے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے میں نے ان کو چھوا تو بادشاہ بن گیا۔"

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ تو خود اِس قابل ہیں کہ دوسروں کی بیعت لیتے آپ نے خود مرزا صاحب کی بیعت کر لی؟ آپ نے جواباً فرمایا۔

"ایک گناہ تھا جو مجھ سے چھوٹتا نہیں تھا مرزا صاحب کی بیعت کی ہے تو وہ گناہ چھوٹا ہے"

اِسی قِسم کا سوال ایک اَور موقعہ پر کسی نے کیا کہ آپ تو خود پہنچے ہوئے باکمال بزرگ ہیں آپ نے مرزا صاحب کی بیعت کیوں کی؟ تو آپ نے فرمایا۔

"اِس سے پہلے مجھے خوابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات و زیارت ہوتی تھی اور اب بیداری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات ہوتی ہے۔" (حیاتِ نور)

محبوب ترین رفیق

آپ کی اطاعت اور کامل اتباع کا ثبوت اِس امر سے ملتا ہے کہ آپ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے محبوب ترین رفیق تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت اقدس کے گھر عورتوں میں بحث چل رہی تھی کہ حضرت اقدس کو اپنے مریدوں میں سے سب سے زیادہ پیارا اور محبوب کون ہے؟ حضرت اماں جان نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو حضرت صاحب کو سب سے زیادہ پیارے مولوی نورالدین ہیں اور فرمانے لگیں میں اِس بات کا تمہارے سامنے ابھی امتحان کرائے دیتی ہوں۔ آپ حضور کے کمرہ میں تشریف لے گئیں اور حضور کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگیں "آپ کے جو سب سے زیادہ پیارے مرید ہیں وہ" اِتنا فقرہ بولا تھا کہ فوراً حضرت اقدس نے فرمایا "مولوی نورالدین کو کیا ہوا ہے جلدی بتاؤ۔" حضرت اماں جان نے مُسکراتے ہوئے فرمایا "وہ تو ٹھیک ہیں میں تو آپ کے مُنہ سے یہ بات کہلوانا چاہتی تھی کہ آپ کے سب سے زیادہ پیارے مرید کون ہیں۔"

۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب شدید طور پر بیمار ہو گئے حتیٰ کہ ڈاکٹروں نے بڑی مایوسی کے رنگ میں انتہائی تشویش کا اظہار کر دیا۔ حضرت اقدس مغموم و متفکر حالت میں گھر لوٹے اور فرشِ زمین پر ہی بیٹھ گئے۔ حضرت اماں جان سمجھ گئیں کہ آپ حضرت مولوی صاحب کی وجہ سے پریشان

ہیں۔ آپ قریب آئیں اور دلاسہ کے رنگ میں ذکر فرمانے لگیں کہ مولوی برہان الدین صاحب وفات پا گئے اور پھر مولوی عبدالکریم صاحب وفات پا گئے اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو صحت دے دے۔" یہ سُنکر حضرت اقدس نے بے ساختہ درد بھرے لہجہ میں فرمایا۔

"یہ شخص ہزار عبدالکریم کے برابر ہے۔" (حیاتِ نور)

قدرتِ ثانیہ کا مظہرِ اوّل، احمدیت کا بطلِ جلیل
کمالاتِ روحانیہ کا جامع، صفاتِ نورانیہ کا حامل
علومِ دینیہ کا خزانہ، معارفِ قرآنیہ کا چشمۂ رواں
شمعِ مہدویت کا پروانہ، جماعت کی رُوحِ رواں

صدیقی جمال کا مظہر، فاروقی جلال کا آئینہ

سیدنا حضرت مولوی نورالدین صاحب آسمانِ احمدیت کا روشن ستارہ ہیں جو رہتی دُنیا تک جگمگاتا رہے گا اور متلاشیانِ حق کو صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا رہے گا اور قیامت تک ہر احمدی کو مسیحِ زماں کی یہ پکار دعوت اِلی الخیر دیتی رہے گی کہ

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بُودے

محترم شیخ نصیرالدین احمد صاحب وفات پاگئے

محترم شیخ نصیرالدین احمد صاحب جو کہ مغربی افریقہ کے ممالک نائیجیریا، سیرالیون اور وسطی افریقہ زیمبیا میں ایک لمبا عرصہ تک بطور مربی، ٹیچر و پرنسپل احمدیہ سکولز کام کرتے رہے ہیں اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک تعلیم الاسلام کالج میں بطور دینیات کے لیکچرار بھی کام کیا اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک جامعہ احمدیہ ربوہ میں پڑھاتے رہے ہیں۔ اب کئی سالوں سے امریکہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مقیم تھے اور اپنے طور پر کام کر رہے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے بیمار ہوئے اور ڈاکٹروں نے کینسر بتایا۔ علاج جاری تھا کہ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۹۱ء بروز جمعۃ المبارک اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

شیخ صاحب سابق امام بیت الفضل لندن خان فرزند علی خان صاحب کے بڑے پوتے اور محترم حافظ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔

موصوف نے اپنی اہلیہ امۃ الحمید بیگم صاحبہ کے علاوہ پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے چھوڑے ہیں۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محترم شیخ صاحب کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کا حامی و ناصر ہو۔

ذکر الٰہی کو اپنا شعار بنائیں

خدا حافظ

پروفیسر محمد طفیل صاحب

واقعہ ساہیوال سے قریباً پندرہ روز قبل میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک خط میری دعا کی درخواست کے جواب میں مجھے ملا۔ جس میں دعا کے ساتھ خط کے آخر پر "خدا حافظ" لکھا ہُوا تھا۔ میں نے یہ خط مربی صاحب مکرم الیاس منیر کو دکھایا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ خط کے آخر پر "خدا حافظ" کے الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں میری توجہ اس بات کی طرف خصوصی طور پر کیوں ہوئی لیکن واقعہ ساہیوال کے بعد کے حالات سے اس کی حقیقت کھلی۔ اس کی مختصر روداد احباب کے ازدیادِ ایمان کے لئے تحریر کر رہا ہوں۔ ضمناً عرض کر دوں کہ اس وقت میری عمر اکسٹھ ۶۱ سال ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس خط کے موصول ہونے کے قریباً پندرہ روز بعد ۲۶/۱۰/۱۹۸۴ کی شب جب پاکستان میں ساہیوال کا مشہور واقعہ ہُوا میں اپنے گھر پر سویا ہوا تھا اور موقعہ پر موجود نہیں تھا مگر باقی احباب کی طرح مجھے بھی یعنی ہمیں کل گیارہ افراد کو بغیر کسی جرم کے اس مقدمہ میں ملوث کر لیا اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ اور دو تین دیگر دفعات لگا کر پولیس ہماری گرفتاری کے لئے حرکت میں آگئی مگر اس بات کا ہمیں پہلے سے علم نہ ہو سکا کہ کن کن افراد کو مقدمہ میں شامل کیا گیا ہے۔ جن گیارہ افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا ان کے نام یہ ہیں:-

(۱) خاکسار پروفیسر محمد طفیل (۲) مکرم رانا نعیم الدین (۳) مکرم محمد الیاس منیر مربی سلسلہ (۴) مکرم محمد دین (۵) مکرم محمد حاذق (۶) مکرم عبدالقدیر (۷) مکرم نثار احمد (۸) مکرم چوہدری محمد اسحٰق (۹) مکرم حفیظ الدین (۱۰) مکرم شاہد نصیر باجوہ (۱۱) مکرم لطف الرحمٰن

ان میں سے سات آدمیوں کو اسی روز گرفتار کر لیا گیا اور باقی چار آدمی اپنے گھروں پر نہ مل سکے اور روپوش ہو گئے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مکرم رانا نعیم الدین، مکرم محمد الیاس منیر، مکرم محمد دین، مکرم محمد حاذق، مکرم عبدالقدیر اور مکرم نثار احمد اسیرانِ راہِ مولیٰ جیل میں ہیں۔ مکرم چوہدری محمد اسحٰق، مکرم حفیظ الدین اور مکرم شاہد نصیر باجوہ بری ہو چکے ہیں اور خاکسار پروفیسر محمد طفیل اور مکرم لطف الرحمٰن روپوشی کی زندگی گزار رہے ہیں اور ہمارا مقدمہ سِول عدالت میں ہے۔

چونکہ مجھے علم نہیں تھا کہ مقدمہ میں میرا نام بھی شامل ہے اس لئے ۲۶/۱۰/۱۹۸۴ کو اس واقعہ کے بعد سہ پہر تین بجے تک میں اپنے بیوی بچوں سمیت مسجد احمدیہ ساہیوال سے ملحق اپنے مکان میں ہی موجود رہا۔ اتنے میں مکرم امیر صاحب ساہیوال کا پیغام پہنچا کہ اس وقت خطرہ زیادہ ہے اس لئے بچوں کو کسی دوسرے احمدی دوست کے ہاں بھجوا دو۔ کیونکہ مسجد احمدیہ اور اس کے قریب مکانات پر جلوس کی صورت میں دوبارہ حملے کا بہت خطرہ تھا۔ لہٰذا مکرم امیر صاحب کے ارشاد پر خاکسار نے اپنے بیوی بچوں کو ایک احمدی دوست کے گھر بھیج دیا اور خود بھی احتیاطاً اپنے دو بیٹوں کو ساتھ لے کر ایک اور احمدی دوست کے گھر چلا گیا۔

رات نو بجے کے قریب میں نے سوچا کہ اب ہمیں اپنے گھر چلے جانا چاہیئے میں اپنے دو بیٹوں کو لے کر سائیکل پر اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں ہمیں دو مولویوں نے آواز دی کہ ذرا رکیں آپ سے ایک پتہ معلوم کرنا ہے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ مجھے اسی مدرسہ (جامعہ رشیدیہ) کے مولوی معلوم ہوئے جس مدرسہ والوں نے گذشتہ رات مسجد احمدیہ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے ان مولویوں سے کہا کہ پتہ کسی اور سے دریافت کر لیں اور ہم جلدی سے آگے نکل گئے۔ تھوڑی دور جا کر مجھے خیال آیا کہ اس قسم کا مولویوں

کا کوئی اور گروپ بھی راستہ میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے گھر جانے کی بجائے پھر اسی احمدی دوست کے گھر رات گزارنے کے لئے واپس چلے گئے

پولیس کے رات کے چھاپہ کا ہمیں علم نہ ہو سکا اس لئے دوسرے روز یعنی ۲۷/۱۰/۱۹۸۴ کو صبح آٹھ بجے میں اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر اپنے گھر کے لئے چل دیا۔ جب ہم اپنے گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ مسجد احمدیہ اور میرے گھر کے باہر پولیس کا پہرہ ہے۔ مگر ہم بے خوف اپنے گھر کی طرف چلتے رہے بے خبر اس بات سے کہ میری گرفتاری کے لئے پولیس گزشتہ رات میرے مکان پر چھاپہ مار چکی ہے اور بے خبر اس بات سے کہ ہم ایک ایسے خطرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں جو ہماری تلاش میں پہلے ہی سے مصروف عمل ہے۔ لیکن ہم آگے بڑھتے گئے اور پولیس کی موجودگی میں اس کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے چائے بنائی اور ناشتہ کیا۔ کچھ دیر کے بعد حالات کا جائزہ لینے کے لئے میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ حملہ آور مدرسہ والوں کا ایک مولوی طالبعلم ہمارے مکان کے پاس بار بار چکر لگا رہا ہے اور ہمارے مکان کا جائزہ لے رہا ہے۔ یہ خیال کر کے کہ یہ مولوی ہمارے لئے کوئی مشکل پیدا کر سکتا ہے میں نے دوبارہ اسی احمدی دوست کے ہاں واپس چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ جلوس کا کسی وقت بھی مسجد احمدیہ اور اس سے ملحق میرے مکان پر حملہ کر دینا ممکن تھا۔

تقریباً ایک گھنٹہ اپنے مکان پر گزار کر ہم پولیس کے پاس سے گزرتے ہوئے واپس اسی دوست کے مکان پر پہنچ گئے جہاں سے گئے تھے۔ وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ اس دوران میں کہ جب ہم اپنے گھر گئے ہوئے تھے سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی اس احمدی دوست کے مکان پر تلاش کے لئے آئے تھے مگر مجھے وہاں موجود نہ پا کر ناکام واپس چلے گئے۔ یہاں پھر میرے پیارے آقا کی دعا "خدا حافظ"

کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی اور مجھے ایک گھنٹہ کے لئے اس مکان سے نکال لیا جس دوران وہاں میری گرفتاری کے لئے چھاپہ پڑنا تھا یہ دن واقعہ ساہیوال کے بعد دوسرا یعنی ۲۷/۱۰/۱۹۸۴ کا دن تھا۔

اب تک صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ مقدمہ کی F.I.R میں کس کس کا نام شامل کیا گیا ہے۔ اسی روز دوپہر دو بجے ایک خادم میرے پاس آیا اس نے بتایا کہ FIR میں آپ کا نام بھی شامل ہے اور یہ کہ مجھے ساہیوال سے باہر چلے جانا ہے یہ بات معلوم ہونے پر کہ میرا نام مقدمہ کی FIR میں شامل ہے قدرتی طور پر مجھے دھچکا سا لگا اور چند لمحات میں میرے ذہن کی سکرین پر وہ تمام حالات و واقعات ایک ایک کر کے گزرنے لگے جو آئندہ پیش آ سکتے تھے مثلاً یہ کہ چند دن کی روپوشی کے بعد مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔ پولیس میرے ساتھ وہ سب کچھ کرے گی جو پاکستان پولیس ایسے جھوٹے مقدمات میں کیا کرتی ہے اور پھر یہ کہ مجھے سزائے موت ہو جائے گی

چنانچہ میں نے اپنی چشم تصور میں اپنے آپ کو تختۂ دار کی طرف جاتے اور پھانسی پر لٹک کر جان دیتے ہوئے بھی دیکھا۔ مگر چند لمحات کے بعد میں نے اپنے آپ کو سنبھالا کہ یہ تو میری خوش بختی ہے کہ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہونے کا موقعہ ملا جو انبیاء کی آمد پر ابتلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں۔ میرا غم جاتا رہا۔ بعد ازاں بعض دوستوں نے ہمدردی کی اور مجھے ایک اور گھر میں پہنچا دیا گیا اور وہاں سے مجھے ایک خادم سائیکل پر بٹھا کر ساہیوال سے تین میل دور باہر لے جا کر بس پر سوار کرا آیا کیونکہ ساہیوال کے بس کے اڈہ سے مجھے بس پر سوار کرانا خطرہ سے خالی نہ تھا۔

میں بس پر سوار تو ہو گیا مگر میری منزل کوئی نہ تھی بس میں بیٹھے مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ کیونکہ میں نے سوچا کہ میرے عزیز و اقارب کے ہاں میری گرفتاری کے لئے چھاپے مارے جا رہے ہوں گے۔ چنانچہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ ساہیوال کے قریب گاؤں میں میری ہمشیرہ کے گھر اس خیال سے کہ میں وہاں پر ہوں گا پولیس کا قریباً پچیس ۲۵ آدمیوں پر مشتمل ایک دستہ میری گرفتاری کے لئے پہنچ گیا۔ میرے جیسے

کمزور آدمی کو گرفتار کرنے کے لئے اس سے
کم آدمی شائد کافی نہ ہوں ۔ پورے گاؤں کو
گھیرے میں لے لیا گیا اور گھر کی تلاشی لی
گئی ۔ میں وہاں پر ہوتا تو ملتا ۔ آخر پولیس
میرے بہنوئی کو پکڑ کر لے گئی کہ پروفیسر
صاحب کو پیش کرو گے تو رہائی ہوگی لیکن
پانچ چھ روز کے بعد مجبوراً ان کو رہا کرنا پڑا
رات ہو چکی تھی ۔ میں بس پر سوار
سوچ رہا تھا کہ رات کہاں گزاروں ۔ سوچ میرا
ساتھ نہیں دے رہی تھی ۔ بے بسی کے
اس عالم میں بس سے ایک جگہ پر اتر
گیا اور سوچنے بیٹھ گیا کہ اب کیا کروں ۔
ایک جگہ ذہن میں آئی ۔ خطرہ مول لیا اور
اس طرف کی بس لے کر وہاں پہنچ گیا
وہاں پر رات گزاری لیکن کس کرب کے
ساتھ میں بیان نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ کوئی
جگہ نظر نہیں آرہی تھی جہاں پر صبح کو جا
سکوں ۔ صبح ایک عزیز کو پیغام بھجوایا
جو آکر مجھے ایک مقام پر اپنے ایک دوست
کے ہاں لے گئے ۔ کچھ عرصہ تک وہ
عزیز میری رہائش اور جگہوں کی تبدیلی
کے نگران رہے ۔ ان کے بعد میرے
ایک اور عزیز اس کام پر لگ گئے
جو حفاظتی تدبیر کے طور پر مجھے ایک جگہ
سے دوسری اور دوسری سے تیسری جگہ
منتقل کرتے رہے اس سارے پروگرام
کا علم صرف ان کو ہی ہوتا تھا ۔ حتیٰ کہ
میرے گھر والوں کو بھی خبر نہ دی جاتی
تھی کہ مبادا پولیس ان پر تشدد کر کے
میرا پتہ معلوم کر لے ۔ میرا یہ سفر عموماً
رات کے وقت ہوتا تھا اور میں اس
شعر کا مصداق بنا رہتا۔

؎ فضائے کنج چمن میں ہمیں تلاش نہ کر
مسافروں کے ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں

ایک مرتبہ تو ایسا اتفاق ہوا کہ جس جگہ پر
مجھے ٹھہرایا گیا پولیس کو کسی طرح میری وہاں
پر رہائش کی خبر مل گئی میں اس مکان
میں موجود تھا گھر کا مالک گھر پر نہ تھا اور
پولیس وہاں پر پہنچ گئی انہوں نے گھنٹی بجائی
گھر کا ایک بچہ باہر گیا ۔ پولیس نے اس سے
پوچھا کہ آپ کے ابو گھر پر ہیں ۔ اس نے
جواب دیا نہیں ۔ **پھر اس سے پوچھا گیا
گھر پر اور کون ہے ۔؟** اس نے کہا میری
امی ہیں ۔ اور گھبرایا ہوا واپس آیا اور کہا کہ
باہر پولیس آئی ہوئی ہے ۔ لیکن پولیس مزید
کوئی قدم اٹھائے بغیر نہ جانے کیسے واپس چلی
گئی ۔ اس خطرہ کے پیش نظر مجھے اسی رات
ایک اور شہر میں منتقل کر دیا گیا اور میرے
پیارے آقا کی دعا "**خدا حافظ**" یہاں پھر
مجھے گرفتاری سے بچا گئی ۔
ایک مرتبہ ایک ایسی جگہ پر بھی رہنے کا اتفاق
ہوا کہ جہاں پر دور تک کوئی آبادی نہ تھی ۔
سوائے اس مکان کے جہاں پر مجھے ٹھہرایا گیا
تھا یا دور ایک گاؤں میں چند مکان تھے میں
کمرے میں پڑا اکیلا جب اکتا جاتا تو جنگل میں
چلا جاتا اور یہ شعر پڑھتا رہتا۔

؎ یہی بس دو ٹھکانے رہ گئے ہیں اب تو دنیا میں
بیابانوں میں جا بیٹھا جو اٹھا کوئے جاناں سے

میرا پاسپورٹ نہیں بنا تھا ملازمت میں اس کی
ضرورت نہ تھی ۔ پاسپورٹ کے بغیر ملک سے باہر
نکلنا مشکل تھا ۔ اس لئے مجھے ساڑھے پانچ
سال کا لمبا عرصہ ملک میں ہی روپوشی میں
گزارنا پڑا ۔ البتہ ایک مرتبہ بس کے ذریعہ
مجھے ایران پہنچا دیا گیا ۔ ایران کا یہ سفر بڑا
تکلیف دہ اور پر خطر تھا مگر ایران سے کسی
یورپی ملک کا ویزا نہ مل سکا اس جواب
کے ساتھ کہ ویزا پاکستان سے لیا جائے ۔
چنانچہ ایران میں ایک ماہ گزارنے کے بعد
مجھے دوبارہ واپس پاکستان جانا پڑا اور پھر
انہی حالات میں پہنچ گیا جہاں سے گیا تھا ۔
اس دوران میں مجھ پر کئی کئی ماہ ایسے بھی
گزرتے رہے کہ مجھے اکیلے میں صرف ایک
کمرہ میں رہنا پڑتا رہا صرف کھانا پہنچانے والا مجھے
کھانا پہنچا دیتا اور چلا جاتا ۔ دن ہو جاتا تو
اکیلے میں اتنا لمبا عرصہ کہ بیان سے باہر ۔
خدا خدا کر کے دن گزر جاتا تو رات آجاتی جو
جانے کا نام نہ لیتی ۔ کچھ حالت ایسی تھی ۔

؎ صبح ہوئی تو میں نے سوچا یہ دن کیسے گزرے گا
شام ہوئی اور سوچ رہا ہوں یہ دن کیسے بیت گیا

اس طرح میرا روپوشی کا یہ عرصہ جو ساڑھے
پانچ سال پر محیط ہے ایک جگہ سے دوسری
جگہ بدلتے ہوئے انسٹھ ۵۹ جگہوں پر
قید تنہائی میں الٰہی فضلوں کا وارث بناتے
بناتے ہوئے گزرا ہے ۔

؎ نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا ۔

بالآخرہ ۱۵ ۳/۱۹۹۰ کو اس خدا نے جس
کے سپرد میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ
المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے

مجھے "خدا حافظ" کہہ کر گیا ہوا ہے اپنے فضل سے کینیڈا پہنچا دیا اور میں مہاجر راہِ مولیٰ بن کر مانٹریال پہنچ گیا۔

ذوق بحر بیکراں میں کشتی عمر رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارہ ہو گیا۔

جب میں مانٹریال پہنچا تو جماعت احمدیہ مانٹریال کے تمام احباب نے اپنے صدر مکرم محمد برکات الٰہی صاحب جنجوعہ کی سربراہی میں جس محبت اور پیار سے میرا استقبال کیا اور مجھے سہارا دیا میں ساری عمر اسے اپنی بہترین یادوں میں رکھوں گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جو پاکستان میں میری اور میرے بیوی بچوں کی پناہ بنے جب میں تکلیف میں یہاں پہنچا تھا، بہترین اجر عطا فرمائے اور اپنے بے شمار فضلوں کا وارث بنائے آمین ثم آمین۔

دوسری طرف میرے بیوی بچوں کا یہ حال تھا کہ ان کو بھی اب تک بارہ ۱۲ مختلف مقامات پر احباب جماعت کے ہاں پناہ لینا پڑی ہے۔ کیونکہ ہمارا ساہیوال والا مکان پولیس نے واقعہ کے دوسرے روز ہی SEAL کر دیا تھا۔ جو آج تک بدستور SEALED ہے وہ بیچارے بغیر کوئی سامان لئے اپنے گھر سے نکل پڑے تھے۔ ایک روز وہ کھانا پکانے کے لئے چند ضروری برتن لینے کے لئے اپنے مکان میں گئے تو پولیس میری بیوی جوان بیٹی اور چھوٹے بیٹے کو اس جرم میں گرفتار کر کے لے گئی کہ وہ اپنے مکان میں کیوں داخل ہوئے ہیں

اس گرفتاری کی خبر جب مجھے پہنچی تو خبر دینے والا کچھ رک گیا کہ شاید اس عالم تنہائی میں یہ خبر میرے لئے مزید پریشانی کا باعث نہ بن جائے مگر میں نے اس وقت جو باتیں اس سے کہیں وہ کچھ اس قسم کی تھیں جن کا اظہار ان اشعار سے ہوتا ہے جو میں نے یہ مضمون تحریر کرتے وقت لکھے ہیں۔ میں نے اسے کہا۔

وہ قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
میں عادی کربلاؤں کا دکھوں کا ابتلاؤں کا
حسینی احمدی دیکھے یزیدی کچھ شمر دیکھے
شہیدوں پر بھی ہے دیکھا تڑپنا بہنوں کا ماؤں کا
کہو جو تم نے کہنا ہے میرا صبر و رضا پیشہ
ہے سن رکھا اترنا بھی سروں سے کچھ رداؤں کا

اور اس سے کہا کہ کہو وہ جس کے کہنے سے تمہاری زبان رک رہی ہے کہ میں سننے کے لئے تیار ہوں۔ اس نے رکتے رکتے بتایا کہ آپ کی بیوی، بیٹی اور چھوٹے بیٹے کو پولیس گرفتار کر کے لے گئی تھی اور پھر جلدی سے بولا کہ اسی روز ان کو رہا کروا لیا گیا تھا۔ میں نے کہا۔ الحمد للہ کہ ان کو بھی راہِ مولیٰ میں اس نعمت سے حصہ مل گیا جو صدیوں کے بعد الٰہی جماعتوں کے خوش نصیبوں کو ملا کرتی ہے۔ البتہ پولیس کی حراست میں تھانے میں اس عورت ذات کے دل پر کیا گزری ہو گی یہ وہی بہتر جانتی ہے!

یہ سعادت حور صحرائی تیری قسمت میں تھی

میری روپوشی اور ہجرت کے اس دور میں ۱۹۸۶ء میں میری بڑی بیٹی کی اور ۱۹۸۹ء میں چھوٹی بیٹی کی شادی ہو گئی۔ دونوں شادیوں میں میرا شامل ہونا ممکن نہیں تھا۔ یہ رشتے میری اہلیہ نے ہی طے کئے۔ اور انہوں نے ہی رخصتانے کئے۔ مجھے شادی ہونے کی اطلاع مل جاتی رہی۔ میں ان کو اپنے ہاتھوں سے رخصت بھی نہ کر سکا لیکن الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے میری عدم موجودگی میں میری اہلیہ کو ہمت عطا فرمائی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ دونوں بیٹیوں کو اپنے اپنے گھر آباد اور سکھی رکھے اور میرے بیوی بچوں کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

یہ آپ بیتی غم کی آپ بیتی نہیں، یہ تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل کا جس نے ابتلاء کے اس جماعتی دور میں مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر بھی نظر کرم فرمائی۔ اور ہمیں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرما لیا جن کو اس نے ابتلاء کے اس دور کے لئے چنا ہے اور پھر ابتلاء کے اس کٹھن اور طویل دور کو کامیابی سے گزار دینے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ فالحمد للہ۔

این سعادت بزور بازو نیست

اسیران راہ مولیٰ
کو
اپنی خاص دعاؤں
میں
یاد رکھیں

سلام بحضور امام ہمام

سلام اس پر جسے حق نے خلافت کی ردا بخشی ملا جس کو بفضل ایزدی یہ رتبۂ عالی
سلام اس پر ملی جس کو قیادت اس جماعت کی مسیحؑ پاک نے خود آپ تھی جسکی بنا ڈالی
سلام اس پر کہ جو ہے مہبط الزار یزدانی ہوئی ہے جس سے چوتھی بار ظاہر قدرت ثانی
سلام اس پر ملی جس سے جماعت کو شکیبائی وہ جس کے دم قدم سے دین نے ہے تمکنت پائی
سلام اس پر بیوت الحمد کی جس نے بنا رکھی غریبوں بےکسوں سے یوں کیا اظہار ہمدردی
سلام اس پر جو حسن سیرت و صورت میں ہے یکتا جناب مصلح موعودؓ و مریمؓ کا جگر گوشہ
سلام اس پر فصاحت جسکی ہے تقریر کا خاصہ بلاغت کا ہے اک اعلیٰ نمونہ جس کا ہر جملہ
سلام اس پر جسے قرآن سے ہے عشق لاثانی احادیث نبیؐ سے جس کو اک نسبت ہے روحانی
سلام اس پر خدا سے جس کا اک زندہ تعلق ہے وہ جس کی خاک پا پر میرا ہر ذرہ تصدق ہے
سلام اس میرے آقا پر کہ طاہر نام ہے جس کا محمدؐ مصطفیٰ کے دیں کی خدمت کام ہے جسکا
سلام اس پر جہاں میں جسکا فیض عام جاری ہے چمن میں دین کے پھر دورۂ باد بہاری ہے
سلام اس پر جو دنیا میں خدا کا آج مظہر ہے کلام اللہ سے جس کا دل صافی منور ہے
سلام اس پر خدا کا پاک سایہ جس کے سر پر ہے گدائی جس کے در کی بادشاہی سے بھی بڑھکر ہے

دعائیں جس کی ہیں مقبول درگاہ الٰہی میں
ملے گا دین کو غلبہ اسی کی راہ نمائی میں

آفتاب احمد بسمل

جلسہ سالانہ میں شمولیت آپکو بہت بہت مبارک ہو